فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

”تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے“ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

فتاویٰ یسئلونک

آپ کے مسائل کا شرعی حل

رئیس دار الافتاء حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب

شمارہ 197 | جمعۃ المبارک 12 جمادی الثانی 1444ھ 06 جنوری 2023ء

اس شمارے میں شامل فتاویٰ جات

- نماز قصر کا مسئلہ
- قرآن کی رحل ٹوٹ جائے تو اس کو ہٹانے کا طریقہ
- بیوی کو ماں سے مشابہ کرنے سے طلاق کا حکم
- سحری کا وقت ختم ہونے کے حوالے سے روایت کی تحقیق

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہہ جمع کروائیں۔
- ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

زیر اہتمام: فقہ اکیڈمی کراچی، C-335، بلاک-1، گلستان جوہر، بالمقابل جامعہ کراچی، یونیورسٹی روڈ، کراچی، پاکستان۔

نماز قصر کا مسئلہ

سوال: اگر ہم تین ماہ کے لیے سوئٹزرلینڈ جائیں تو نماز قصر کرنی ہوگی یا پوری پڑھنی ہوگی؟

جواب: اپنے شہر سے باہر نکلنے کے بعد سے سوئزرلینڈ پہنچنے تک دورانِ سفر قصر نماز ادا کریں گے۔ سوئزرلینڈ پہنچنے کے بعد اگر آپ کا قیام تینوں ماہ وہاں کے کسی ایک شہر میں رہے گا تو اس شہر میں آپ تینوں ماہ مکمل نماز پڑھیں گے، قصر نہیں کریں گے۔ اور اگر مختلف شہروں کا سفر رہے گا اور کسی بھی شہر میں پندرہ دن یا اس سے زائد قیام نہیں ہوگا تو آپ مسافر کے حکم میں ہوں گے اور قصر نماز ادا کریں گے، البتہ اس دوران اگر کسی ایک شہر میں لگاتار پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کا ارادہ کرلیا تو خاص اس شہر میں مقیم بن جائیں گے، اور اس وقت تک مکمل نماز پڑھیں گے جب تک اس شہر سے سوا ستتر (۷۷) کلومیٹر دور کسی اور جگہ نہیں چلے جاتے۔

"ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوما أو أكثر، كذا في الهداية... وإن نوى الإقامة أقل من خمسة عشر يوما قصر، هكذا في الهداية...". (الفتاوى الهندية، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱/۱۳۹)

" فالذي يصير المقيم به مسافرا نية مدة السفر والخروج من عمران المصر... فالمسافر يصير مقيما بوجود الإقامة، والإقامة تثبت بأربعة أشياء: أحدها: صريح نية الإقامة وهو أن ينوي الإقامة خمسة عشر يوما في مكان واحد صالح للإقامة" (بدائع الصنائع، باب صلاة المسافر: ۱/۹۳)

قرآن کی رحل ٹوٹ جائے تو اس کو ہٹانے کا طریقہ

سوال: قرآن پاک کی جو رحل ہوتی ہے، جس پر قرآن پاک رکھا جاتا ہے، وہ ٹوٹ جائے، یا اسی طرح وہ ڈیسک وغیرہ جن پر قرآن پاک رکھے جاتے ہیں، ٹوٹ جائے، تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ان کو کیسے ضائع کیا جائے، کیا ان کو دفن کرنا ضروری ہے؟

جواب: جو چیزیں قرآن مجید سے وابستہ ہوں، جیسے: قرآن کی رحل، جُزدان وغیرہ، تو قرآن کی نسبت سے ان کی عظمت بھی بڑھ جاتی ہے، لہٰذا اگر قرآن مجید کی رحل یا ڈیسک ٹوٹ جائے تو بہتر یہ ہے کہ کسی ایسی جگہ پر رکھ دیا جائے جہاں گندگی وغیرہ نہ ہو۔ کچرے وغیرہ میں نہیں پھینکنا چاہیے۔ اس پر کوئی آیتِ قرآنی لکھی ہوئی نہ ہو تو جلا کر راکھ کو کسی پاک جگہ ڈال دینا بھی درست ہے۔

"ويجوز رمي براية القلم الجديد، ولا ترمى براية المستعمل لاحترامه، كحشيش المسجد وكناسته لايلقى في موضع يخل بالتعظيم، كذا في القنية" (الفتاوى الهندية، کتاب الكراهية، الباب الخامس: ٥ / ٣٢٤)

«الكتب التي لا ينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله ويحرق الباقي، ولا بأس بأن تلقى في ماء جار، كما هي أو تدفن وهو أحسن كما في الأنبياء». (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحة: ٦ / ٤٢٢)

بیوی کو ماں سے مشابہ کرنے سے طلاق کا حکم

سوال: ایک شخص غصے میں بیوی کو گالیاں نکالتا ہے، ساتھ یہ کہہ بیٹھتا ہے اگر میں تجھے رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں، تو ایسی صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی؟ اور واپسی کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں "اگر میں تجھے رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں" کے الفاظ سے اگر شوہر کی نیت طلاق دینے کی تھی تو اس سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی۔ اب ساتھ رہنے کے لیے نئے مہر کے ساتھ ازسرِ نو نکاح کرنا ضروری ہے۔ نیز آئندہ شوہر کے پاس صرف دو طلاقوں کا اختیار رہے گا، مزید دو طلاقیں دیں تو بیوی اس پر حرمتِ مغلظہ کے ساتھ حرام ہو جائے گی۔

اور اگر "ظہار" (یعنی ماں کے ساتھ تشبیہ دینے) کی نیت تھی تو "ظہار" ہو جائے گا، اور شوہر کے ذمے ہمبستری سے پہلے ظہار کا کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا۔ کفارہ یہ ہے کہ شوہر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔ اگر بڑھاپے، ضعف، یا بیماری کے باعث مسلسل دو ماہ روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو

دووقت کا کھانا کھلانا ہوگا۔ روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو روزے ہی رکھنے ہوں گے۔ کفارہ ادا کرنے کے بعد بیوی سے ہمبستری حلال ہوگی۔

اور اگر یہ الفاظ کہتے وقت کوئی نیت نہیں تھی تو یہ جملہ لغو (بیکار) ہوگا، اس سے نہ ظہار ہوگا نہ طلاق واقع ہوگی، البتہ ایسے جملے کہنے سے احتراز کرنا ضرور ہے۔

امداد الفتاوی میں ہے: «جو کہا تھا: ”تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں کو رکھوں“ یہ صیغہ تعلیق کا ہے، اور یہ عبارت طلاق اور ظہار دونوں کو محتمل ہے اور تعلیق، طلاق اور ظہار دونوں کی جائز ہے۔ پس اگر اس عبارت سے نیت طلاق کی ہے تو طلاق واقع ہوگئی، اور چوں کہ کنایہ ہے اس لیے طلاق بائن واقع ہوگئی، اور اگر نیت ظہار کی ہے تو ظہار ہوگیا اور کفارہ واجب ہوگا۔» (۲/۴۷۶، مکتبہ دار العلوم کراچی)

“قال العلماء: لا بد في الظهار من التشبيه، وإذا قال: أنت أمي لا يكون ظهارا بل لغوا، أقول: لا بد من أن يكون طلاقا بائنا عند النية وقد روي عن أبي يوسف كما في العمدة”. (العرف الشذی، کتاب الطلاق، باب ما جاء فی کفارة الظهار: ۲/۴۲۹)

“وقوله: [ما هن أمهاتهم إن أمهاتهم إلا اللائي ولدنهم] أي: لا تصير المرأة بقول الرجل: «أنت علي كأمي» أو «مثل أمي» أو «كظهر أمي» وما أشبه ذلك، لا تصير أمه بذلك، إنما أمه التي ولدته؛ ولهذا قال: [وإنهم ليقولون منكرا من القول وزورا] أي: كلاما فاحشا باطلا [وإن الله لعفو غفور] أي: عما كان منكم في حال الجاهلية. وهكذا أيضا عما خرج من سبق اللسان، ولم يقصد إليه المتكلم، كما رواه أبو داود: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقول لامرأته: يا أختي. فقال: أختك هي؟ «، فهذا إنكار ، ولكن لم يحرمها عليه بمجرد ذلك؛ لأنه لم يقصده، ولو قصده لحرمت عليه؛ لأنه لا فرق على الصحيح بين الأم وبين غيرها من سائر المحارم من أخت وعمة وخالة وما أشبه ذلك”. (تفسير ابن كثير، سورة المجادلة: ۸/۷۱)

“قال ابن القاسم: وكذلک ان قال: انت امی، خلافاً لابی حنیفة والشافعی فی قولیهما ان لم ینو الظهار فهو محمول علی البر والکرامة، انتهی” (أوجز المسالک، کتاب الطلاق: ۱۱/۹)

سحری کے وقت ختم ہونے کے حوالے سے روایت کی تحقیق

سوال: حدیث شریف میں ہے: اذا سمع احدکم النداء والاناء علی یده فلا یضعه حتی یقضی حاجته منه (سنن ابو داود، کتاب الصیام، باب الرجل یسمع النداء والاناء علی یده، حدیث ۲۳۵۰) جب کوئی آدمی اذان سنے اس حال میں کہ پینے کا پیالا اس کے ہاتھ میں ہو تو اسے فوراً نہ رکھ دے بلکہ پیالے سے اپنی ضرورت پوری کر لے۔ بعض علمائے کرام فرماتے ہیں کہ جب سحری کا وقت ختم ہوجائے یا سحری کی اذان ہوجائے تو فوراً کھانا پینا چھوڑ دیں، ورنہ آپ کا روزہ نہیں ہوگا۔ حالاں کہ درج بالا حدیث میں تو سحری کی اذان کے وقت اگر پیالہ ہاتھ میں ہو تو اس کو پینے کی اجازت بیان ہوئی ہے، تو پھر کیا اگر روٹی کے ایک دو نوالے باقی ہوں، تو کیا ان کو بھی ختم کرنے کی اجازت ہوگی؟

جواب: سحری کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے تک رہتا ہے، صبح صادق ہوتے ہی سحری کا وقت ختم اور فجر کا وقت داخل ہوجاتا ہے، چاہے اذان ہو یا نہ ہو، لہٰذا سحری کا وقت ختم ہوتے ہی فوراً کھانا پینا بند کردینا ضروری ہے، اذان شروع ہونے کا انتظار کرنا، یا اذان ختم ہونے تک کھانے پینے کو جاری رکھنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد بھی کھاتا پیتا رہے، چاہے ایک دو لقمے ہی کیوں نہ ہوں، چاہے جان بوجھ کر کھائے، یا لاعلمی میں، بہرصورت ایسے شخص کا روزہ نہیں ہوگا۔ اس پر اس روزے کی قضا لازم ہوگی۔

سوال میں مذکور حدیث سے متعلق محدثین فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رمضان المبارک میں دو اذانیں ہوا کرتی تھیں، پہلی اذان صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی تاکہ سونے والے جاگ جائیں اور سحری کرلیں، اور دوسری اذان وقت ختم ہونے پر دی جاتی تھی۔ مذکورہ روایت پہلی اذان سے متعلق ہے۔ آج کل چونکہ ایک ہی اذان دی جاتی ہے اور وہ بھی سحری کا وقت ختم ہونے پر دی جاتی ہے، اس لیے اس روایت سے سحری کا وقت ختم ہوجانے کے بعد کھانے پینے کی اجازت سمجھنا درست نہیں۔

نیز بعض محدثین نے اس حدیث کا ایک اور مطلب بیان فرمایا ہے، وہ یہ کہ اس حدیث میں اذان سے فجر کی اذان مراد نہیں، بلکہ مغرب کی اذان مراد ہے، یعنی جب افطاری کا وقت ہوجائے اور مغرب کی اذان شروع ہوجائے تو افطاری شروع کر دینی چاہیے، اذان ختم ہونے کے انتظار میں کھانے پینے سے نہ رُکا جائے۔

اور اگر اس سے سحری (فجر) کی اذان مراد ہو تب بھی اس حدیث کا تعلق ایک خاص صورت سے ہوگا، وہ یہ کہ اگر کبھی موذن بھول جائے، اور وقت ختم ہونے سے پہلے اذان دے دے تو اس اذان کی وجہ سے کھانا پینا چھوڑنا لازم نہیں، کیونکہ انتہائے سحر کا مدار اذان پر نہیں، صبح صادق پر ہے، لہذا انتہائے سحر میں وقت کا خیال رکھنا چاہیے، وقت ختم ہوتے ہی کھانے پینے سے رُک جانا ضروری ہے، چاہے اذان ہو یا نہ ہو۔

﴿ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ﴾ (البقرة:١٨٧)

"حدثنا عبد الأعلى بن حماد ، حدثنا حماد عن محمد بن عمرو، عَن أبي سلمة، عَن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سمع أحدكم النداء والإناء على يده فلا يضعه حتى يقضي حاجته منه.قلت: هذا على قوله [إن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم] أو يكون معناه: أن يسمع الأذان وهو يشك في الصبح، مثل أن تكون السماء متغمة فلا يقع له العلم بأذانه أن الفجر قد طلع، لعلمه أن دلائل الفجر معه معدومة، ولو ظهرت للمؤذن لظهرت له أيضاً، فأما إذا علم انفجار الصبح فلا حاجة به إلى أذان الصارخ؛ لأنه مأمور بأن يمسك عن الطعام والشراب إذا تبين له الخيط الأبيض من الخيط الأسود من الفجر".(معالم السنن للخطابی،ومن باب وقت فطر الصائم: ٢/١٠٦)

"عن عبد الله بن مسعود، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «لا يمنعن أحدكم - أو أحدا منكم - أذان بلال من سحوره، فإنه يؤذن - أو ينادي بليل - ليرجع قائمكم، ولينبه نائمكم، وليس أن يقول الفجر - أو الصبح -» وقال بأصابعه ورفعها إلى فوق وطأطأ إلى أسفل حتى يقول هكذا وقال زهير: «بسبابتيه إحداهما فوق الأخرى، ثم مدها عن يمينه وشماله» (الصحيح للبخاری،باب الاذان قبل الفجر،رقم الحديث: ٦٢١)

«والخامس۔۔۔فتبين منه أن أذان بلال إنما كان لأجل أن يرجع قائم الليل عن صلاته ويتسحر، ويستيقظ النائم فيتسحر، فهذا تصريح بكونه للتسحير لا للفجر. وأما للفجر، فكان ينادي به ابن أم مكتوم، ولذا كان ينتظر الفجر ويتوخاه.» (فيض البارى ،كتاب الأذان، باب أذان الأعمى إذا كان له من يخبره، ٢/ ٢١٩)

"والأولى فى تاويل هذا الحديث عندى أن يقال ،ان بهذا القول أشار رسول الله ﷺ أن تحريم الأكل متعلق بالفجر ،لا بالأذان ـفان المؤذن قد يبادر بالأذان قبل الفجر فلا عبرة بالاذان اذا لم يعلم بطلوع الفجر۔۔۔وكتب مولانا محمد يحيي المرحوم من تقرير شيخه رضى الله عنه :قوله:اذا سمع أحدكم النداءالخ،ان كان المراد بالنداء نداء المغرب فالمعنى ظاهر، وهو أنه لا ينبغى له ان ينتظر بعد الغروب شيئا من تمام النداء أو غيره، بل يجب له المسارعة فى الافطار،وان اريد بها نداء صلوة الفجر فالمعنى ان النداء لايعتمد به،وانما المناط هو الفجر ،فلو أذن موذن والصائم يعلم ان الفجر لم ينبلج بعد فليس له أن يضعه من يده حتى يقضى حاجته"(بذل المجهود فى حل أبى داود،كتاب الصيام:٩/١٥١)

ختم شد